ایک ہاتھ سے مصافحہ کی حقیقت

مکرمی ومحترمی حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری مدیر زمزم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بحمدہ تعالیٰ زمزم کا ہر شمارہ پڑھتا رہا، دوست واحباب بھی اس کا مطالعہ بہت شوق سے کرتے ہیں، بلا مبالغہ ومجاملہ عرض کرتا ہوں کہ آپ نے جس انداز میں غیر مقلدوں کی فریب کاریوں کا پردہ چاک کردیا ہے، اس کی نظیر ہمیں نظر نہیں آتی، غیر مقلدین کے پرچے بھی ہم پڑھتے ہیں، ان پرچوں میں ان کی جھنجھلاہٹ اور جھلاہٹ آسمان چھوتی نظر آتی ہے، گالی گلوچ اور بدگوئیوں سے ان کے سارے پرچے بھرے رہتے ہیں، اس کا اثر خود ان کی جماعت کے افراد پر اچھا نہیں پڑ رہا ہے، میری گفتگو بعض غیر مقلدین سے ہو چکی ہے، اس کی بنا پر یہ لکھ رہا ہوں۔

اس خط کا ایک خاص مقصد ہے، براہ کرم آپ ایک ہاتھ سے مصافحہ کی شرعی حیثیت پر روشنی ڈالیں۔ المقالۃ الحسنی، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کا رسالہ ہے۔ اس میں بڑے پرزور طریقہ پر ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کی مشروعیت اور سنیت کو ثابت کیا گیا ہے اور دو ہاتھ سے مصافحہ کو غیر مسنون بتلایا گیا ہے۔ امید ہے ہماری گذارش آپ کی توجہ کا مرکز بنے گا۔

والسلام

عبدالقیوم انصاری۔ سنت کبیر نگر یوپی

زمزم!

المقالۃ الحسنیٰ رسالہ میرے پاس نہیں تھا، آپ کا خط آنے کے بعد میں نے اس کو حاصل کیا اور اس کو پڑھا، مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے اس رسالہ میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کی مشروعیت وسنیت کو ثابت کرنے کی کوشش ضرور کی ہے، مگر دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی عدم مشروعیت کی صراحت کہیں نہیں کی ہے، اور یہ ضروری نہیں ہے کہ اگر ایک امر مشروع ہو تو اس کے بالمقابل کی چیز غیر مشروع ہو، غیر مقلدین کی خود تصریح ہے کہ رفع یدین بھی سنت ہے اور عدم رفع یدین بھی سنت ہے، ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں۔ کہ آمین بالجہر اور آمین بالسر دونوں جائز ہیں۔ حکیم صادق سیالکوٹی۔ ''صلوۃ الرسول'' میں لکھتے ہیں کہ تشہد میں انگلی کا ہلانا بھی درست ہے اور نہ ہلانا بھی درست ہے۔

اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کے یہاں دونوں امر مسنون ہوں، ایک ہاتھ سے مصافحہ بھی اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ بھی۔ اس رسالہ میں مولانا کا سارا زور صرف اس پر ہے کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو غیر مسنون اور بدعت نہ کہا جائے۔ فرماتے ہیں:

''ایک ہاتھ سے مصافحہ کا مسنون ہونا احادیث صحیحہ مرفوعہ سے ثابت ہے'' ص ۳

مولانا نے حصر کے ساتھ یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ ایک ہاتھ ہی سے مصافحہ کرنا احادیث صحیحہ مرفوعہ سے ثابت ہے، دونوں ہاتھ سے ثابت نہیں ہے۔

اس لئے اس کا امکان ہے کہ مولانا مبارکپوری کے یہاں مسنون تو دونوں امر ہوں یعنی ایک ہاتھ سے مصافحہ بھی اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ بھی، البتہ مولانا ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو بہتر اور اولیٰ سمجھتے ہوں، اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو جائز سمجھتے ہوں۔

میں اتنا لکھ چکا تھا کہ اس رسالہ کے ص ۳ پر دوبارہ نظر پڑی تو مجھے اپنے اس خیال سے باز آنا پڑا، اس لئے کہ مولانا شیخ عبدالقادر جیلانی کے حوالہ سے لکھتے ہیں

''جناب مولانا قطب ربانی سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرنا مستحب ہے''

اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ مولانا مبارک پوری کے نزدیک بطور حصر کے ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرنا مستحب ہے، یعنی دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا مستحب نہیں ہے، یعنی مکروہ ہے، حدیث سے اس کا مسنون ہونا ثابت نہیں ہے۔

اس لئے ضروری ہو گیا کہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کے اس دعویٰ کا عقل ونقل کی روشنی میں جائزہ لیا جائے۔

ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی کوئی دلیل مولانا مبارکپوری کو بخاری مسلم یا صحاح ستہ کی کسی اور کتاب سے نہیں ملی، اس لئے انہوں نے زمانہ خیر القرون کے کئی صدی بعد کے زمانہ کی کتاب حافظ ابن عبدالبر کی تمہید سے پہلی حدیث جوان کے خیال کے مطابق صحیح (۱)

---

(۱) مولانا کا اس حدیث کو صحیح قرار دینا محض تعصب کی بنیاد پر ہے، ورنہ اس حدیث کی سند کا ایک راوی محمد بن وضاح ہے جس کو کسی نے ثقہ نہیں کہا ہے، ابن الفرض کو اس پر سخت کلام ہے، اس کا بڑا مرض یہ تھا کہ حدیث رسول کو اپنی عقل کے پیمانہ سے ناپتا تھا جس حدیث کو اس کی عقل قبول نہ کرتی اس کا وہ انکار کر دیتا تھا، ابن الحباب اس کی عقل وغیرہ کی تعریف کرتے تھے مگر احادیث رسول ﷺ کو جو وہ رد کیا کرتا تھا اس پر اس کی نکیر کرتے تھے، مزید تفصیل آئندہ حاشیہ میں دیکھئے۔ ہے ذکر کی ہے، مولانا نے اس حدیث کا جو ترجمہ کیا ہے وہ یہ ہے:

''عبیدہ اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ،
تم لوگ میرے اس ہاتھ کو دیکھتے ہو میں نے اسی ہاتھ سے رسول
اللہ ﷺ سے مصافحہ کیا ہے''۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری کو میں ایک ذمہ دار عالم سمجھتا تھا مگر جب ان کی کتابیں پڑھنے کا ذرا تفصیل سے موقع ملا تو مجھے ان کے اندر وہ تمام بداحتیاطیاں اور تعصب کی وہ تمام چنگاریاں نظر آئیں جو عام غیر مقلدین علماء کا وطیرہ اور شیوہ ہے، خط کشیدہ عبارت، اس عبارت کا ترجمہ ہے۔

ترون یدی هٰذه صافحت بها رسول الله ﷺ

اس عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔تم لوگ میرے اس ہاتھ کو دیکھتے ہو میں نے اس سے رسول اللہ ﷺ سے مصافحہ کیا ہے۔

مولانا نے سیدھا سادھا ترجمہ کرنے کے بجائے اسی ایک ہاتھ سے، حصر والا ترجمہ کیا ہے، اور پھر ''ایک'' کا کلمہ اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے، مولانا نے یہ تصرف اس لئے کیا کہ اس حدیث کو اپنے مطلب کے موافق ڈھال لیں۔ افسوس محض اپنی غرض کے لئے حدیث رسول کے ترجمہ میں خیانت کی جارہی ہے۔

عربی میں یــــد کا لفظ جنس کے لئے بولا جاتا ہے، خصوصا جب اس کا استعمال اضافت کے ساتھ ہو تو جنس ہی کا معنی عام طور پر لیا جاتا ہے، اور اس موقع پر ایک ہاتھ مراد ہونا ضروری نہیں ہے، کہیں ایک ہاتھ مراد ہوگا اور کہیں دونوں ہاتھ۔ قرآن کا ارشاد ہے: و لا تجعل یدک مغلولة الی عنقک اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ۔ یہاں بظاہر ید واحد ہے مگر اس کا مطلب ایک ہاتھ کسی نے نہیں لیا ہے، مولانا مبارک پوری ہوتے تو اس کا ترجمہ کرتے۔ تو اپنا ایک ہاتھ داہنا اپنی گردن سے بندھا ہوا مت رکھ۔ اور اس

انوکھے مبارک پوری ترجمہ پر دنیائے علم وادب عش عش کرتی۔

حدیث شریف میں آتا ہے۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ یعنی مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ یہاں بھی ید کا لفظ مفرد اور واحد ہی استعمال ہوا ہے، مگر اس کا مطلب ایک ہاتھ لینا حماقت ہوگی۔ البتہ مولانا مبارک پوری ہوتے تو اس کا ترجمہ ایک ہاتھ ہی کرتے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے من رأی منکم منکر افلیغیرہ بیدہ یعنی تم میں سے کوئی آدمی کسی غیر شرعی امر کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے۔ اس حدیث میں بھی لفظ ید واحد ہی ہے، مگر اس کا ترجمہ ایک ہاتھ کسی سے نہیں سنا گیا ہے، ہاں مولانا مبارک پوری باحیات ہوتے تو وہ اس کا ترجمہ ایک ہی ہاتھ کرتے اور وہ بھی داہنا۔

غرض جب کتاب وسنت میں لفظ ید مضاف ہوکر ایک جگہ نہیں بار بار استعمال ہوا ہے اور ان جگہوں پر مراد دونوں ہاتھ ہیں۔ تو مولانا مبارکپوری نے عبداللہ بن بسرؓ کی جو حدیث نقل کی ہے اس میں لفظ ید مضاف سے ایک ہی ہاتھ مراد لینا کہاں سے متعین ہوگا اور قطعیت کے ساتھ کیسے دعویٰ کیا جا سکتا ہے، کہ اس سے ایک ہی ہاتھ مراد ہے۔

اگر کوئی غیر مقلد یہ کہے ھذہ واحد کا اشارہ اور بھا میں واحد مونث کی ضمیر اس کا قرینہ ہے کہ حدیث میں ایک ہاتھ مراد ہے، تو یہ جواب غیر علمی ہوگا، اس لئے کہ حدیث کی عبارت ھذہ اور بھا کا استعمال لفظ ید کی وجہ سے ہوا ہے جو اصلاً مؤنث ہے جیسے قرآن پاک میں ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک والی آیت میں ہے ولا تبسطھا کل البسط یہاں بھی ضمیر واحد مونث کی استعمال کی گئی ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آیت کریمہ میں لفظ ید سے مراد ایک ہاتھ ہے۔

بہر حال مولانا کی پہلی جو بقول ان کے صحیح حدیث ہے، اس سے کسی طرح بھی

ثابت نہیں ہوتا کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا مسنون ہے، اگر یہ حدیث اس بارے میں صریح ہوتی تو مولانا کو حدیث کے ترجمہ میں ناجائز تصرف کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

دوسری بات جو قابل توجہ ہے وہ یہ کہ غیر مقلدین داہنے ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو مسنون کہتے ہیں، اور اس حدیث میں داہنے ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی کوئی صراحت نہیں مطلق ہاتھ کا ذکر ہے، داہنے اور بائیں کے ذکر سے حدیث خاموش ہے، اب معلوم نہیں کہ حضرت عبید اللہ بن بسرؓ نے اپنا داہنا ہاتھ لوگوں کو دکھلایا تھا کہ بایاں ہاتھ دکھلایا تھا، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کا دعویٰ اس وقت اس حدیث سے ثابت ہوتا جب اس حدیث میں داہنے ہاتھ کی صراحت ہوتی، رہا مولانا مبارکپوری کا یہ کہنا کہ چونکہ آنحضور اکرم ﷺ اچھے کاموں میں داہنا ہاتھ استعمال کرتے تھے، اس وجہ سے یہاں بھی داہنا ہی ہاتھ مراد ہوگا۔ یہ قیاس ہے۔ اور قیاس کرنا غیر مقلدین کے نزدیک شرک کا کام ہے، ہاں اگر قیاس کرنا ایمان کا کا بن گیا ہے تو اس کا برملا اعتراف کیا جائے۔

یہ مولانا مبارکپوری کی پہلی صحیح حدیث کا حال ہے، مولانا مبارکپوری کو اس کے صحیح ہونے کا اتنا یقین ہے کہ انہوں نے حاشیہ میں اس کے راویوں کا حال بھی ذکر کیا ہے (۱)

---

(۱) مولانا نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، مگر اس کا ایک راوی محمد بن وضاح ہے، اس کو کسی نے صراحۃ ثقہ نہیں کہا ہے، اس کا حال یہ تھا کہ بہت سی ثابت حدیثوں کو رد کر دیتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ نبی کا کلام نہیں ہے، بہت خطا کار تھا اس سے غلطیاں بہت واقع ہوتی تھیں صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح کرتا تھا نہ اسے عربیت کا علم تھا اور نہ فقہ کی جانکاری تھی، دیکھو سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۴۴۵ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۹ افسوس مولانا مبارکپوری نے ان تمام باتوں کو چھپایا اور اس کو ثقہ قرار دیا، بھلا ایسا راوی جس حدیث میں ہو وہ حدیث بھی قابل احتجاج قرار پائے، تعجب ہے۔ اور ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ یہ حدیث مولانا کے مدعا کو ثابت نہیں کرتی۔

دوسری روایت حضرت انسؓ کی ہے، مولانا نے اس کا ترجمہ کیا ہے:

''انس بن مالک سے روایت ہے کہ میں نے اپنی اس ایک ہتھیلی سے مصافحہ کیا ہے رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے پس میں نے رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہ کسی خز کو اور نہ کسی ریشمی کپڑے کو مس کیا۔

حدیث میں ہے: **صافحت بکفی هذه کف رسول اللہ ﷺ** ہے، جس کا ترجمہ صحیح یہ ہے میں نے اپنے اس ہتھیلی سے مصافحہ کیا ہے رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے۔

مولانا نے ایک کا لفظ اپنے طرف سے بڑھا دیا ہے، نیز اس میں بھی صراحت نہیں ہے کہ حضرت انسؓ نے دائیں ہتھیلی سے مصافحہ کیا تھا۔ مولانا نے اس حدیث کی سند بھی نہیں ذکر کی ہے جس سے اندازہ لگتا ہے کہ خود مولانا کو اس کے صحیح ہونے کا یقین نہیں ہے، پہلے مولانا اس کی سند ذکر کر کے اس کی صحت ثابت کرتے پھر استدلال کرتے تو شاید کچھ بات بنتی، بلکہ مولانا مبارکپوری نے آگے چل کر خود اعتراف کرلیا ہے کہ یہ حدیث قابل احتجاج واستدلال نہیں ہے۔ فرماتے ہیں:

''اس حدیث کی اسناد کے کئی طریق ہیں، بعض طریق اگرچہ قابل احتجاج واستشہاد نہیں مگر بعض طریق قابل استشہاد ضرور ہے اور ہم نے اس روایت کو احتجاجا پیش نہیں کیا ہے بلکہ استشہادا''

یعنی یہ حدیث کسی طرح پر بھی قابل حجت نہیں ہے، مولانا فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کو بطور حجت و دلیل پیش نہیں کیا ہے بلکہ اس سے استشہاد کیا ہے، یعنی بطور شاہد کے یہ حدیث مولانا نے پیش کی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مولانا مبارکپوری کے نزدیک شاہد کے لئے عادل اور ثقہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے، حالانکہ یہ بات قرآن کے بیان کے

صریح خلاف ہے، قرآن میں شاہد کے لئے عادل ہونے کی شرط رکھی گئی ہے، مگر غیر مقلدین محدثین کی تقلید میں قرآنی حکم کو بھی پس پشت ڈال دیتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث ایسی نہیں ہے کہ اس کو بطور شاہد کے بھی پیش کیا جائے اس لئے کہ اس کی سند انتہائی کمزور ہے، اور یہی وجہ ہے کہ مولانا نے اس کی سند پر کلام کرنا مناسب نہیں سمجھا اور بلا سند ذکر کئے ہوئے چپکے سے گزر گئے۔

ناظرین یہ بھی یاد رکھیں کہ یہ حدیث صحاح ستہ یا کسی اور مشہور حدیث کی کتاب میں نہیں ہے، مولانا کتابوں نے اس کو غیر معروف سے نقل کیا ہے۔

مولانا کی تیسری روایت یہ ہے۔

''ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سلام کی تمامی ہاتھ کا پکڑنا ہے اور مصافحہ داہنے ہاتھ سے ہے''

مولانا نے اس روایت کو بھی بلا سند نقل کیا ہے، اس لئے کہ مولانا کو معلوم ہے کہ یہ روایت بھی نہایت کمزور اور واہی سند سے مروی ہے، پہلے مولانا اس روایت کی صحت ثابت کریں پھر اس سے استدلال کریں۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کی نظر میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کی کل جمع پونجی یہی تین حدیثیں ہیں، جن میں سے کسی سے بھی مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری اور غیر مقلدین کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا، دعویٰ پورا یہ ہے ایک ہاتھ اور وہ بھی داہنے ہاتھ سے مصافحہ کرنا مسنون ہے۔ آخر والی حدیث میں بلاشبہ داہنے کا لفظ ہے مگر وہ حدیث جیسا کہ عرض کیا گیا ناقابل اعتبار ہے، دوسری حدیث نہایت کمزور اور غیر صریح ہے، پہلے حدیث بھی غیر صریح ہے، اور مولانا مبارکپوری کے نزدیک کسی شرعی مسئلہ کے ثبوت کے لئے مرفوع صحیح اور صریح ہی حدیث کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔

غیر مقلدین اس بات پر بڑا زور صرف کرتے ہیں کہ جہاں لفظ ید واحد ہو اس کا مطلب ایک ہی ہاتھ ہوتا ہے، مگر ان کا یہ دعویٰ کتاب وسنت کی روشنی میں بالکل بے بنیاد ہے جیسا کہ سابق میں عرض کیا گیا، مزید دیکھئے حدیث میں آتا ہے۔

وقبل ابولبابة وكعب بن مالك وصاحباه يدالنبی ﷺ حين تاب الله عليهم (فتح الباری (ج ١١ ص ٥٦)

یعنی حضرت ابولبابہ کعب بن مالک اوران کے دونوں ساتھیوں نے اس وقت آنحضور ﷺ کے ہاتھ کا بوسہ لیا جب اللہ نے ان کی توبہ کو قبول کیا۔

اس حدیث میں بھی ید کا لفظ مفرد اور واحد ہے۔تو کیا اس سے یہ سمجھا جائے کہ ان صحابہ کرام نے آنحضور ﷺ کے ایک ہاتھ کا بوسہ لیا تھا۔

ایک حدیث میں ہے:

وقبل ابو عبيده يدعمر حين قدم

(فتح الباری ج ١١ ص ٥٧)

یعنی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کے ہاتھ کا بوسہ لیا، جب (مدینہ) تشریف لائے۔

یہاں بھی ید واحد ہے، مگر کوئی عقلمند اس سے صرف ایک ہاتھ بوسہ لینا نہیں سمجھے گا۔

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضور ﷺ کے پاس دو یہودی آئے اور انہوں نے آنحضورؐ سے نو آیتوں کے بارے میں سوال کیا، آپ نے ان کا جواب دیا تو

فقبلا يده ورجله (ايضا)

تو انہوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ پاؤں کا بوسہ لیا۔

اس حدیث میں ید بھی واحد ہے اور رجل کا لفظ بھی واحد ہے مگر اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ان یہودیوں نے آپ کے صرف ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کا بوسہ لیا، ایسا جو سمجھے وہ دماغی خلل کا شکار قرار پائے گا۔

حضرت ابو اسامہ بن شریک کی حدیث میں ہے۔

قمنا الی النبی ﷺ فقبلنا یده (ایضا)

یعنی ہم آنحضور ﷺ کی طرف بڑھے اور ہم نے آپ کے ہاتھ کا بوسہ لیا۔

یہاں بھی لفظ ید واحد ہے مگر کیا کوئی اس سے یہ سمجھے گا کہ بوسہ لینے والوں نے آنحضور ﷺ کے صرف ایک ہاتھ کا بوسہ لیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ

وقبل ید العباس ورجله (ایضاً)

انہوں نے حضرت عباس کے ہاتھ اور پیر کا بوسہ لیا۔

اس حدیث میں ید اور رجل دونوں واحد ہیں مگر کسی محدث نے اس کا یہ مطلب نہیں لیا ہے کہ حضرت علی نے حضرت عباس کے صرف ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کا بوسہ لیا تھا۔

اس طرح کا استعمال عربی زبان میں عام ہے۔ید، رجل، اذن، بصر سمع وغیرہ کا لفظ واحد بولا جاتا ہے مگر اس کا مطلب دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں، دونوں آنکھ اور دونوں کان ہی لئے جاتے ہیں الا یہ کہ کوئی ایسا واضح قرینہ ہو جس سے ان اعضاء میں سے ایک ہی مراد لیا جائے۔

اللہ کے رسول کی مشہور دعا کے الفاظ میں آتا ہے۔

اللهم اجعل في بصري نورا وفي سمعي نورا

اے اللہ میری آنکھ میں روشنی پیدا کردے اور میرے کان میں روشنی پیدا کردے۔

دیکھئے یہاں بصر اور سمع واحد استعمال ہوا ہے مگر اس کا ترجمہ کسی نے ایک آنکھ اور ایک کان نہیں کیا ہے، اگر غیر مقلدین ایک کان اور ایک آنکھ کا ترجمہ کرتے ہوں تو مجھے معلوم نہیں۔

اور جہاں ایک ہی مراد ہوتا ہے تو پھر اس کی عبارت بدل جاتی ہے مثلاً عبدالرحمٰن بن رزین کی حدیث ہے کہ

قال اخرج لنا سلمه بن الاکوع كفاله ضخمة كانها كف بعير فقمنا اليها فقبلنا ها.

(فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۷)

انہوں نے فرمایا کہ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے ہمارے لئے اپنی ایک موٹی ہتھیلی نکالی وہ ہتھیلی گویا اونٹ کی ہتھیلی تھی ہم اس کی طرف لپکے اور ہم نے اس کا بوسہ لیا۔

یہاں چونکہ ایک ہی ہتھیلی کا ذکر تھا اس لئے بلا اضافت ذکر کیا گیا اور کف کو نکرہ لایا گیا جس سے عربی میں ایک کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے۔ کفالہ کہا گیا نہ کہ کفہ۔

بہر حال مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کے سلسلہ میں جو تین حدیثیں ذکر کی ہیں، ان سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا، تیسری حدیث اگر صحیح ہوتی تو یہ تیسری حدیث بلاشبہ غیر مقلدین کے مسلک کے لئے حجت بنتی مگر جیسا کہ عرض کیا گیا وہ بالکل واہی سند سے مروی ہے۔ اگر غیر مقلدین میں دم خم ہے تو اس کی تصحیح کسی

محدث سے ثابت کریں۔

مولانا مبارکپوری کے پاس جو حدیث کا ذخیرہ تھا اس میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کے لئے بس کل یہی تین حدیثیں تھیں، اور خود مولانا مبارکپوری کو احساس ہے کہ یہ تینوں حدیثیں ان کے اثبات مدعا کے لئے ناکافی ہیں، اس لئے انہوں نے اب بیعت والی حدیثوں کا ذکر کرنا شروع کیا، مولانا فرماتے ہیں:

''واضح ہو کہ جس طرح ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا مسنون ہے اسی طرح مردوں سے بیعت لینے کے وقت بھی مصافحہ کرنا مسنون ہے'' ص ۱۲

یہ ایک مقدمہ ہوا، یعنی قیاس کا صغریٰ

دوسرا مقدمہ مولانا کا یہ فرمان ہے۔

''اور یہ بھی واضح ہو کہ بیعت کے وقت ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کا مسنون ہونا احادیث صحیحہ صریحہ سے ثابت ہے'' ص ۱۶

یہ قیاس کا دوسرا مقدمہ یعنی کبریٰ ہے۔

اب مولانا قیاس کے صغریٰ اور کبریٰ کو ملا کر نتیجہ نکالتے ہیں۔

''پس انہیں احادیث سے مصافحہ عند الملاقات کا بھی ایک ہی ہاتھ سے مسنون ہونا آفتاب کی طرح ظاہر ہے'' ص ۱۶

غیر مقلدین جب چت ہو جاتے ہیں تو بالآخر لوٹ آتے ہیں اسی قیاس کی طرف جس کو وہ شرک، کفر، شیطان کا کام اور نہ معلوم کیا کیا کہتے ہیں۔

ہماری اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ پہلے غیر مقلدین قیاس کو شرعی دلیل تسلیم کریں، اور قیاس کو کار شیطان کہنے سے توبہ کریں پھر قیاس سے کسی مسئلہ کو ثابت کریں، تو ان کی بات قابل تسلیم بھی ہو، ایک طرف قیاس شرک بھی ہو، اور کار شیطان بھی ہو اور پھر اسی

قیاس سے کسی شرعی مسئلہ کو ثابت بھی کیا جائے، کیسا مذاق ہے۔

مولانا نے بیعت والی متعدد حدیث ذکر کر کے اس سے ایک ہاتھ سے مصافحہ کا اثبات کیا ہے، ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری خدا اور رسول کے ارشاد سے یہ ثابت کر دیں کہ مصافحہ عندالملاقات اور مصافحہ عندالبیعت کی حقیقت اور دونوں کا حکم ایک ہی ہے، اگر کتاب وسنت سے اس کا ثبوت مہیا نہ فرما سکیں اور انشاء اللہ قیامت تک نہ فرما سکیں گے تو کسی صحابہ کے قول سے ثابت کر دیں کہ مصافحہ عندالملاقات اور مصافحہ عندالبیعۃ دونوں کا حکم اور دونوں کی حقیقت ایک ہے اور اگر یہ نہ کر سکیں تو کسی فقیہ محدث کے قول سے ثابت کریں کہ دونوں کی حقیقت ایک ہے اور دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔

اس کے بغیر مولانا کی وہ ساری حدیثیں مفید مدعا نہیں ہو سکتی ہیں جن کا تعلق بیعت سے ہے، اس لئے مولانا کی اس کاوش کو ہم مہمل سمجھ کر نظر انداز کرتے ہیں۔ حدیث میں ملاقات کے وقت کے مصافحہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب کوئی بھائی اپنے بھائی سے ملاقات کرتا ہے اور اس سے مصافحہ کرتا ہے تو ان دونوں کے گناہ سوکھے درخت کے پتوں کی طرح سے جھڑ جاتے ہیں، ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ جب دو مسلمان ملاقات کرتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو دونوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے، کیا بیعت کے وقت مصافحہ کے بارے میں اس طرح کی کوئی حدیث ہے، اگر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو بیعت اور ملاقات کے مصافحہ کو ایک قرار دینا نری زبردستی ہے۔

غیر مقلدین جب ہر طرف سے عاجز ہو جاتے ہیں تو پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی سہارا لیتے ہیں، چنانچہ مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری بھی فرماتے ہیں:

''جناب قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی کا قول، آپ اپنی بے نظیر
کتاب غنیة الطالبین میں فرماتے ہیں''

**یستحب لہٗ تناول الاشیاء بیمینه والاکل والشرب
والمصافحة**

**مسلمان کے لئے چیزوں کا لینا اور کھانا پینا اور مصافحہ کرنا داہنے ہاتھ
سے مستحب ہے۔**

اگر مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ زندہ ہوتے تو شیخ عبدالقادر کے اقوال سے استدلال کرنے سے توبہ کرتے اس لئے کہ موجودہ زمانہ کے غیر مقلدین محققین کی تحقیق یہ ہے کہ جن کو مولانا مبارکپوری قطب ربانی کا لقب دیتے ہیں وہ خرافاتی اور وحدۃ الوجودی تھے، یعنی مشرک تھے، شیخ عبدالقادر جیلانی نظریہ وحدۃ الوجود کے قائل تھے اور یہ نظریہ غیر مقلدین کے مذہب وعقیدہ میں مشرکانہ نظریہ ہے، ایک غیر مقلد محقق لکھتا ہے:

اور غنیة الطالبین، فتوح الغیب، اور الفتح الربانی کے مصنف
شیخ جیلانی اس نظریہ (یعنی نظریہ وحدث الوجود) کے جھنڈے اٹھائے
پھر رہے ہیں۔ (فضیحت ننگ ص ۱۸۵)

از ابوالقاسم عبدالعظیم سلفی

غنیۃ الطالبین کو مولانا مبارکپوری بہت معتبر کتاب سمجھتے ہیں، حالانکہ اس کتاب میں ضعیف احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے، نیز میں کہتا ہوں کہ جن کے نزدیک صحابہ کرام اور خلفاء راشدین کا قول وفعل حجت نہیں ان کے نزدیک شیخ جیلانی کا قول کسی دلیل سے حجت ہوگیا، کیا شیخ جیلانی نے صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کے لئے کتاب وسنت سے کوئی دلیل پیش کی ہے؟ یا یہ ان کی اپنی رائے ہے، کل تک غیر مقلدین گلے پھاڑ پھاڑ کر یہ

شور مچاتے تھے کہ ہم صرف وہی مانیں گے جو کتاب وسنت سے ثابت ہوگا، امتی کی تقلید حرام ہے، آج وہ ایک امتی کی پناہ میں آنے کی کوشش کر رہے ہیں.......... غرض پہلے غیر مقلدین یہ ثابت کریں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی کتاب غنیۃ ضعیف احادیث سے پاک کتاب ہے، اور معتبر ہے۔ ثانیا یہ ثابت کریں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کا قول شرعی حجت ہے، بلا اس کے ان کا دعویٰ محقق نہیں ہوسکتا۔ ثالثا، یہ ثابت کریں کہ یہاں مصافحہ سے مراد عندالملاقات مصافحہ ہے عندالبیعۃ نہیں ہے۔ شیخ جیلانی بھی پیری مریدی دیوبندیوں کی طرح سے کرتے تھے، ان کا یہ قول بیعت والے مصافحہ کے لئے ہے ملاقات والے مصافحہ کے لئے نہیں ہے۔

غنیۃ میں لکھا ہے کہ تراویح بیس رکعت ہے اور وتر تین رکعت ہے مگر غیر مقلدین شیخ عبدالقادر جیلانی کی یہ بات نہیں مانتے، مگر ان کا اصرار ہے کہ ہم احناف شیخ کی ایک ہاتھ سے مصافحہ والی بات مان لیں اگر چہ اس بارے میں کوئی صریح اور صحیح حدیث نہ ہو، اور اگر چہ اس کا احتمال ہو کہ غنیۃ میں مصافحہ سے مراد مصافحہ عندالبیعۃ ہو۔

غنیۃ میں لکھا ہے کہ ماہ محرم میں عاشوراء کے روز بال بچوں پر وسعت کرنی چاہئے، یعنی ان کو اچھا اچھا کھلانا پہنانا چاہیئے۔ کیا غیر مقلدین کا اس پر عمل ہے، اگر نہیں تو پھر شیخ کا کوئی قول ہم پر کیسے حجت ہوسکتا ہے، اگر آپ مصافحہ کے سلسلہ میں امام بخاریؒ اور عبداللہ بن مبارک جیسے محدثین کی بات ماننے کو تیار نہیں ہیں تو پھر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی بات، ہم سے کس بل بوتہ پر تسلیم کرانے کا حوصلہ ہوگیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ غیر مقلدین کے پاس ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی کوئی پختہ شرعی حجت نہیں ہے، مسلمانوں کا تعامل ہمیشہ یہ رہا ہے کہ وہ ملاقات کے وقت دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرتے تھے، ایک ہاتھ سے مصافحہ کا رواج کم از کم ہندوستان میں انگریزوں کی

آمد کے بعد ہوا ہے، انگریز آئے تو وہ اپنی عادت و رسم کے مطابق ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے تھے، ان سے یہ مصافحہ ان کے خیر خواہ نیچریوں نے لیا اور پھر انگریزوں ہی کی اتباع وتقلید میں غیر مقلدین کے بزرگوں نے بھی مسلمانوں میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کا رواج ڈالا، اور اس کو زبردستی شرعی مسئلہ بنا کر مسلمانوں میں افتراق وانتشار کا ماحول پیدا کیا، کسی غیر مقلد عالم کے بس کی بات نہیں ہے کہ انگریزوں کی آمد سے پہلے مسلمانوں میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کا رواج دکھلائے۔

ہندوستان میں شوافع بھی شروع سے رہے ہیں، مگر ان کے یہاں بھی ایک ہاتھ سے مصافحہ کا کبھی رواج نہیں رہا ہے۔

اب آیئے دیکھئے کہ جن مسلمانوں نے دو ہاتھ سے مصافحہ کو اختیار کیا ہے ان کے پاس اس کی سند کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع بخاری شریف میں باب باندھا ہے۔

''باب المصافحة'' یعنی ملاقات کے وقت مصافحہ کیسے کیا جائے گا۔

پھر اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ واقعہ ذکر کیا ہے کہ وہ آنحضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچے اور آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے ان کو تشہد کی تعلیم فرمائی اور حال یہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

وكفى بين كفيه یعنی میری ہتھیلی آنحضور اکرم ﷺ کے دونوں ہاتھ کے بیچ تھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ملاقات کے وقت جو مصافحہ ہوا تھا وہ وضع دیر تک قائم رہی، آنحضور ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ سے جب کوئی مصافحہ کرتا یا جب کوئی بات کرتا تو جب تک وہ خود اپنا ہاتھ الگ نہ کرتا یا اپنا چہرہ نہ موڑتا یا اپنی بات پوری نہ کر لیتا

آنحضور اکرم ﷺ از کمال شفقت از خود ان چیزوں کی ابتدا نہ کرتے اور اللہ کے رسول ﷺ سے جو صحابی مصافحہ کرتا ہوگا اس کی بھی خود خواہش ہوگی کہ آپ ﷺ کے ہاتھ سے اس کا ہاتھ دیر تک چپکا رہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں بھی صورتحال یہی تھی کہ ملاقات کے وقت آنحضور ﷺ سے ان کا جو مصافحہ ہوا تھا اس میں دیر تک اللہ کے رسول نے ان کا ہاتھ تھامے رکھا تھا اور اسی درمیان آپ ﷺ نے ان کو تشہد کی تعلیم بھی فرما دی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کا یہی مطلب سمجھا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کو مصافحہ کے باب میں بطور خاص ذکر کیا ہے۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تو ایک ہی ہتھیلی آنحضور ﷺ کے ہاتھ میں تھی اس لئے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا تھا۔ مگر یہ غیر مقلدین کی فقہی عدم بصیرت کی بات ہے اور ان کو یہ بھی نہیں معلوم کہ صحابہ کرام کا معاملہ آنحضور ﷺ کے ساتھ عشق ومحبت کے کس درجہ کا تھا۔ یہ کس کے تصور میں بات آسکتی ہے کہ آنحضور اکرم ﷺ تو مصافحہ کیلئے اپنا دونوں ہاتھ بڑھائیں اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسا آنحضور ﷺ کا پیارا خادم صرف ایک ہاتھ بڑھائے۔ یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جو مقام صحابہ سے واقف نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تو بطور خصوص اپنی اس ہتھیلی کا ذکر کر رہے ہیں جو آنحضور ﷺ سے مصافحہ کے وقت آپ کے دونوں ہاتھ میں تھی، ان کا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا اور نہ اس کا گمان بھی کیا جا سکتا ہے کہ آنحضور ﷺ سے انہوں نے صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا تھا جب کہ وہ خود فرماتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ مصافحہ کے لئے بڑھائے تھے۔

اس باب کے بعد امام بخاری نے ایک دوسرا باب باندھا ہے جس کا عنوان باب

الاخــذ بــالـيـديـن (۱) یعنی اس کا بیان کہ (مصافحہ میں) دونوں ہاتھ پکڑا جائے گا۔ اس باب میں حدیث تو وہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ والی مفصل ذکر کی، مگر یہ بتلانے کے لئے کہ محدثین کے مابین اس زمانے میں دونوں ہاتھ ہی سے مصافحہ مروج تھا، فرماتے ہیں۔

وصافح حماد بن زیدؒ ابن المبارکؒ بیدیه

یعنی حماد بن زیدؒ نے عبداللہ بن مبارکؒ سے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کیا۔

حماد بن زید اور عبداللہ بن مبارک کا ترجمہ امام ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ میں دیکھ لیا جائے، یہ دونوں اپنے وقت کے عظیم القدر وجلیل الشان محدث تھے، ان کی عظمت کا اندازہ اسی سے لگایئے کہ امام بخاری جیسا محدث بھی ان کے عمل سے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کی مشروعیت پر دلیل لا رہا ہے، جاننے والے جانتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بخاری کے ابواب ہی میں اپنا مذہب بھی بیان کر دیتے ہیں اس لئے خود امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب تھا کہ مصافحہ مسنون دونوں ہاتھ سے ہوگا۔

اگر ایک ہاتھ سے مصافحہ کی مسنونیت اور مشروعیت امام بخاری کے نزدیک محقق ہوتی یا اس بارے میں اسلاف کا یہی معمول ہوتا یا آنحضورﷺ سے ایک ہاتھ سے مصافحہ کی کوئی صحیح حدیث ہوتی تو امام بخاری اس کو ضرور ذکر کرتے، امام بخاری کا ایک ہاتھ سے مصافحہ کی بات کو بالکل نظر انداز کر دینا اور دو ہاتھ سے مصافحہ کے عمل کو ثابت کرنا اور اس پر محدثین کے تعامل سے دلیل لانا اس بات کی بین دلیل ہے کہ اسلاف میں معمول امام بخاری کی تحقیق میں دونوں ہاتھ ہی سے مصافحہ کرنا تھا۔

اس دو اور دو چار کی طرح واضح حقیقت کے باوجود غیر مقلدین کے اکابر علماء بھی ایک ہاتھ سے مصافحہ کو تو مسنون سمجھتے ہیں اور دو ہاتھ سے مصافحہ کو خلاف مسنون بتلاتے ہیں، اس دھاندلی اور واضح حقیقت سے چشم پوشی کا کیا علاج، کبھی غیر مقلدین مستی میں

آئیں گے تو امام بخاری کے ساتھ بعد از خدا بزرگ توئی کا معاملہ کریں گے اور کبھی جب غیر مقلدیت جوش مارے گی تو امام بخاری کی تحقیق کی بھی دھجیاں اڑا دیں گے اور ان کے مقابلہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی کے مجمل اور مبہم قول سے استدلال کریں گے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کہ مصافحہ دو ہاتھ سے ہوتا ہے، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے بھی اپنے اس رسالہ المقالۃ الحسنیٰ میں خوب دھجیاں اڑائی ہیں بلکہ صاف صاف یہ کہہ دیا ہے کہ امام بخاری کا یہ مقصود کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے ہوگا کسی حدیث مرفوع صریح صحیح سے ہرگز ثابت نہیں۔ (ص ۴۶) چلئے امام بخاری کا یہ مذہب بھی بلا حدیث ہوگیا۔

دیکھئے اختصار کے باوجود بھی آپ کے خط کا جواب بہت طویل ہوگیا، خدا کرے میری یہ تحریر آپ کے لئے اور زمزم کے دوسرے قارئین کے لئے مفید ثابت ہو۔

موانا عبدالرحمٰن مبارک پوری نے امام بخاری کا رد کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

"امام بخاری کا یہ مقصد (یعنی دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا) کسی حدیث مرفوع صریح صحیح سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا"

اب اگر کوئی غیر مقلد ایک ہاتھ سے مصافحہ کی مشروعیت کے سلسلہ میں بحث کرے اور اس کو مسنون بتلائے تو آپ بھی مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری ہی کا نسخہ استعمال کریں اور اس سے مطالبہ کریں کہ تم ایک ہاتھ سے مصافحہ پر کوئی حدیث مرفوع صریح، صحیح پیش کرو، پھر دیکھئے گا غیر مقلدین کو دن میں تارے نظر آنے لگیں گے۔ مرفوع کا مطلب ہے جس کی سند آنحضور ﷺ تک بلا انقطاع کے پہنچے، صریح کا مطلب ہے جس میں کسی اور طرح کا احتمال نہ ہو، صحیح کا مطلب ہے کہ وہ حدیث ہر طرح کے ضعف سے خالی ہو اور محدثین کے نزدیک اس کی سند کے تمام رواۃ ثقہ ہوں۔